



ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

ازاخۃ العیب لیسف الغیب

عیب کو دور کرنا غیب کی تلوار سے

تصنیف لطیفہ

اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

ازاخۃ العیب بسیف الغیب

(عمیب کو دور کرنا غیب کی تلوار سے)

تصنیف لطیف: اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

پیش کش:

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

برائے:

www.alahazratnetwork.org

نام کتاب	:	ازاخۃ العیب بسیف الغیب
تصنیف	:	اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا خاں بریلوی
کمپوزنگ	:	راؤ فضل الہی رضا قادری
ٹائٹل و ویب لے آؤٹ	:	راؤ ریاض شاہد رضا قادری
زیر سرپرستی	:	راؤ سلطان مجاہد رضا قادری

پیش کش:

www.alahazratnetwork.org

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

E-mail: fikrealahazrat@yahoo.com

برائے:

www.alahazratnetwork.org

بسم الله الرحمن الرحيم
نحمده و نصلى على رسوله الكريم

مسئلہ:-

از مدرسہ دیوبند، سہارن پور مدرسہ کیے از اہلسنت نصر ہم اللہ تعالیٰ بوساطت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی سلمہ اللہ تعالیٰ۔

تسلیمات دست بستہ کے بعد گزارش ہے بندہ اس وقت وہاں گڑھ مدرسہ دیوبند میں مقیم ہے، جناب عالی! (یعنی جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی) جو باتیں آپ نے ان لوگوں کے حق میں فرمائی تھیں وہ سب سچ ہیں سر مو فرق نہیں، عید کے دن بعد نماز جمعہ اکابر علماء و طلباء و رؤساء نے مل کر عید گاہ میں بقدر ایک گھنٹہ یہ دعاء مانگی کہ ”اللہ تعالیٰ جارج پنجم بادشاہ لندن کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور اس کے والد کی خدا مغفرت کرے۔“ اور جس وقت جارج پنجم ولایت سے بمبئی کو آیا تو مبلغ 24 روپے کا تار برائے خیر مقدم یعنی سلامی روانہ کر دیا، اور بتاریخ ۱۴ ذی الحجہ ایک بڑا جلسہ کر دیا کہ جو چار گھنٹے مختلف علماء نے بادشاہ انگریز کی تعریف اور دعاء بیان کی اور خوشی کے واسطے مٹھائی تقسیم کیا اور عین خطبہ میں بیان کیا کہ امام احمد بن حنبل نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، امام احمد نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عمر کتنی باقی ہے؟ آپ نے پانچ انگشت اٹھائیں پھر برائے تعبیر محمد بن سیرین کے پاس آئے، انہوں نے فرمایا خمس لا یعلمہا الا ہو (مسند احمد بن حنبل، حدیث ابی عامر الاشعری، المکتب الاسلامی بیروت، ۱۶۳/۴ و ۱۶۴/۴) (پانچ اشیاء ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا) تو معلوم ہوا کہ آپ مطلع علی الغیب نہیں۔ دوسرا ذوالیدین کی حدیث کو بیان کیا کہ آپ کو نماز میں سہو ہو گیا۔ جب ذوالیدین نے بار بار استفسار کیا اور آپ نے صحابہ سے دریافت کیا تو پھر نماز کو پورا کیا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کے علم مشاہدہ میں نقصان ثابت ہو گیا علم غیب پر اطلاع تو ابھی دور ہے انتہی۔ یہاں کے لوگ اس قدر بد معاش ہیں کہ مولوی محمود حسن مدرس اول درجہ حدیث نے مسلم شریف کے سبق میں باب شفاعت کی اس حدیث میں کہ آپ نے جب تمام مسلمین کی شفاعت کی اور سب کو نجات دے دی مگر کچھ

لوگ رہ گئے یعنی منافقین وغیرہ، تو آپ نے ان کے واسطے شفاعت کی تو فرشتوں نے منع کر دیا کہ تم نہیں جانتے ہو کہ ان لوگوں نے کیا کچھ کیا بعد آپ کے“ تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ”ہر جمعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں“ یہ غلط محض افتراء ہے، علم غیب کا کیا ذکر، اللہ اکبر۔ ترمذی شریف کے سبق 172 صفحہ کے آخر میں ہے: ”ایک عورت کے ساتھ زنا ہو گیا اکراہ کے ساتھ، تو اس عورت نے ایک شخص پر ہاتھ رکھا آپ نے اس شخص کو رجم کا حکم فرمایا، پس دوسرا شخص اٹھا اس نے اقرار زنا کر لیا، پہلے شخص کو چھوڑا اور دوسرا مرجوم ہو گیا، آپ نے فرمایا تائبہ توبہ (اس نے پکی توبہ کی)۔ اگر شخص ثانی اقرار نہ کرتا تو پہلے شخص کی گردن اڑا دیتے یہ اچھی غیب دانی ہے۔ ہذا کلمہ قولہ (یہ سب اس کا قول ہے) اور ابھی وقتاً فوقتاً احادیث میں کچھ نہ کچھ کہے بغیر نہیں چھوڑتے اللہ اکبر معاذ اللہ من شرہ (اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے، اللہ کی پناہ اس کے شر سے۔)

الجواب

www.alahazratnetwork.org

اللہ عزوجل گمراہی و بے حیائی سے پناہ دے، فقیر نے انباء المصطفیٰ ﷺ کے مختصر جملوں میں ان شہادت اور ان جیسے ہزاروں ہوں تو سب کا جواب شافی دیا مگر وہابیہ اپنی خرافات سے باز نہیں آتے، ”الدولة المکیہ“ اور اس کی تعلیق ”الفیوض المکیہ“ میں بیان امین ہے، میں پھر تذکرہ کر دوں کہ انشاء اللہ العزیز بار بار سوال کی حاجت نہ ہو اور ذی فہم سنی ایسے لاکھ شہسے ہوں تو سب کا جواب خود دے لے، فقیر نے قرآن عظیم کی آیات قطعیہ سے ثابت کیا کہ قرآن عظیم نے 23 برس بتدریج نزول اجلال فرما کر اپنے حبیب ﷺ کو جمیع ماکان و مایکون یعنی روز اول سے آخر تک ہر شے، ہر بات کا علم عطا فرمایا، اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ آیات قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث احادیثی مسلم نہیں ہو سکتی اگرچہ سنداً صحیح ہو تو مخالف قرآن عظیم کے خلاف پر جو دلیل پیش کرے اس پر چار باتوں کا لحاظ لازم:

اول: وہ آیت قطعی الدلالتہ یا ایسی ہی حدیث متواتر ہو۔

دوم: واقعہ تمامی نزول قرآن کے بعد کا ہو۔

سوم: اس دلیل سے راساً عدم حصول علم ثابت ہو کہ مخالف مستدل ہے اور محل ذہول میں اس پر جزم محال اور وہ منافی حصول علم نہیں بلکہ اس کا مثبت و مقتضی ہے۔

چہارم: صراحۃً نفی علم کرے ورنہ بہت علوم کا اظہار مصلحت نہیں ہوتا اور اللہ اعلم یا خدا ہی جانے یا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ایسی جگہ قطع طمع جواب کے لئے بھی ہوتا ہے اور نفی حقیقت ذاتیہ، نفی عطائیہ کو مستلزم نہیں، اللہ عزوجل روز قیامت رسولوں کو جمع کر کے فرمائے گا ما اذا اجبتم تم جو کفار کے پاس ہدایت لے کر گئے انہوں نے تم کو کیا جواب دیا؟ سب عرض کریں گے لا علم لنا (القرآن الکریم ۱۰۹/۵) ہمیں کچھ علم نہیں۔

ان شہادت اور امثال کے رد کو بھی چار جملے بس ہیں، اور یہاں امر پنجم اور ہے کہ وہ واقعہ روز اول سے قیام قیامت تک یعنی ان حوادث سے جو لوح محفوظ میں ثبت ہے کہ انہیں کے احاطہ کا دعویٰ ہے، امور متعلقہ ذات و صفات وابد وغیرہ نامتناہیات سے ہو تو بحث سے خروج اور دائرہ جنون و سفاہت میں صریح ولوج ہے۔ ان جملوں کے لحاظ کے بعد وہابیہ کے تمام شہادت برباد ہو جاتے ہیں: کشجرۃ خبیثۃ ان اجتشت من فوق الارض مالھا من قرار (القرآن الکریم ۲۶/۱۴) جیسے ایک گندہ پیڑ کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہے اب اسے قیام نہیں۔) اب یہیں ملاحظہ کیجئے:

اولاً چاروں شبے امر اول سے مردود ہیں ان میں کوئی آیت یا حدیث متواتر قطعی الدلالتہ ہے۔

ثانیاً دوسرا اور چوتھا شبہ امر دوم سے دوبارہ مردود ہیں کہ ایام نزول کے وقائع ہیں یا کم از کم ان کا بعد تمامی نزول ہونا ثابت نہیں۔

ثالثاً دوسرا شبہ امر سوم سے سہ بارہ اور تیسرا دوبارہ مردود ہے، شبہ دوم میں تو صریح بدیہی یقینی ذہول تھا، نماز فعل اختیاری ہے اور افعال اختیار یہ بے علم و شعور ناممکن، مگر وہابیہ بدیہات میں بھی انکار رکھتے ہیں ذلک بانہم قوم یکابرون (یہ اس لئے ہے کہ وہ حق کا انکار کر نیوالی قوم ہے) اور شبہ سوم کا حل بھی ظاہر، روز قیامت

کا عظیم ہجوم، تمام اولین و آخرین و انس و جن کا اژدہام، لاکھوں منزل کے دور میں مقام اور حوض و صراط و میزان پر گنتی شمار کی حد سے باہر، مختلف کام اور ہر جگہ خبر گیراں صرف ایک محمد رسول اللہ سید الانام علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام، اس سے کروڑ ویں حصے کا کروڑواں حصہ ہجوم، کارہائے عظیمہ مہمہ اگر ایسے دس ہزار پر ہو جن کی عقل نہایت کامل اور حواس کمال مجتمع اور قلب اعلیٰ درجہ کا ثابت تو ان کے ہوش پراں ہو جائیں، آئے حواس گم ہوں، یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ پاک ہے جس کی وسعت کے حضور عرش اعظم مع جملہ عوالم صحرائے لق وودق میں بھنگے کے مانند ہیں جیسے ان کا رب فرماتا ہے: الم نشرح لک صدرک (القرآن الکریم، ۱۱/۱۹۴) (کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔) پھر ان عظیم و خارج از حد کاموں کے علاوہ وقت وہ سہناک کہ اکابر انبیاء و مرسلین نفسی نفسی پکاریں، رب عزوجل اس غضب شدید کے ساتھ تجلی فرمائے ہو کہ نہ اس سے پہلے کبھی ہوئی نہ اس کے بعد کبھی ہو۔ پھر ایک ایک مسلمان انہیں اس سے زیادہ پیارا جیسے مہربان ماں کو اکلوتا بچہ، وہ جوش ہیبت وہ کام کی کثرت، وہ وفور رحمت، وہ لاکھوں منزل کا دورہ، وہ کروڑوں طرف نظر، سنکھوں طرف خیال، ایسی حالت میں اگر بعض باتیں ذہن اقدس سے اتر جائیں تو عین اعجاز ہے جس سے بالا صرف علم الہی ہے و بس ولكن الوهابية قوم لا يعقلون (لیکن وہابی وہ قوم ہیں جنہیں عقل نہیں۔) اور اس پر صریح دلیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام امت کا دکھایا جانا حضور اقدس ﷺ پر تمام امت کے اعمال برابر عرض ہوتے رہنا تو ہے ہی، جس پر احادیث کثیرہ ناطق۔ اگرچہ وہابیہ اپنی ڈھٹائی سے انکار کریں مگر سب سے زیادہ صاف صریح دلیل قطعی یہ ہے کہ آخر روز قیامت کچھ لوگوں کی نسبت یہ واقعہ پیش آنے کی حدیث کو بیان کون فرما رہا ہے؟ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو ارشاد فرما رہے ہیں اگرچہ اس ہجوم عظیم کا رہائے خطیر میں ذہول نہ ہوتا، تو یہ واقعہ واقع ہی نہ ہوتا، تو اس وقت اتنے ذہول سے چارہ نہیں لیقضى الله امرا کام مفعول (القرآن الکریم، ۸/۴۴) (تا کہ اللہ پورا کرے جو کام ہوتا ہے۔) ولكن الوهابية قوم يفرقون (لیکن وہابی تفریق پیدا کرنے والی قوم ہے۔)

رابعاً پہلا شبہ امر چہارم سے دوبارہ مردود ہے کسی کی مقدار عمر و وقت موت اسے بتا دینا غالب اوقات اکثر ناس کے لئے مصلحت دینیہ کے خلاف ہے تو ایسے مہمل سوال کے جواب سے اگر اعراض فرمایا اور حوالہ

بخدا فرما دیا، کیا مستبعد ہے۔

فائدہ:-

انہیں جملوں سے ان چاروں شہبوں کے متعدد درد ہو گئے اب بتوفیقہ تعالیٰ بعض افادات ذکر کریں کہ وہابیہ کی کمال جہالت آفتاب سے زیادہ روشن ہو اور چاروں شہبوں میں یہ ایک پرچار چار درد ہو جائیں۔

فاقول وبالله التوفیق (چنانچہ میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔)

شبہ اولی:-

شبہ اولیٰ کے دورِ گزرے امر اول و چہارم سے، ثالثاً حضرات علمائے وہابیہ کی جہالت تماشہ کردنی۔ امام احمد حنبل نے خواب دیکھا اور امام ابن سیرین سے تعبیر پوچھی، اے سبحان اللہ! جھوٹ گھڑے تو ایسا گھڑے، امام ابن سیرین کی وفات سے ساڑھے تریپن برس بعد امام احمد کی ولادت ہوئی ہے، ابن سیرین کی وفات نہم شوال ایک سو دس (۱۱۰ھ) کو ہے اور امام احمد کی ولادت ربیع الاول ایک سو چونسٹھ (۱۶۴ھ) میں۔ تقریب میں ہے:

محمد بن سیرین ثقة ثبت عابد کبیر القدر مات سنة عشر

ومائة. (تقریب التہذیب، ترجمہ ۵۹۶۶، محمد بن سیرین، دارالکتب العلمیۃ

بیروت، ۸۵/۲)

محمد بن سیرین ثقہ، ثبت، عبادت گزار اور بڑی قدر و منزلت والے ہیں، ان کا

وصال ۱۱۰ھ میں ہوا۔

وفیات الاعیان میں ہے

محمد بن سیرین له اليد الطولیٰ فی تعبیر الرؤیا توفي تاسع شوال

يوم الجمعة سنة عشر ومائة بالنصرة. (وفیات الاعیان، ترجمہ ۵۶۵ محمد

بن سیرین، دارالثقافة بیروت، ۱۸۲/۲)

محمد بن سیرین جو کہ خوابوں کی تعبیر میں کامل مہارت رکھتے تھے، نے شوال ۱۱۰ھ

بروز جمعہ بصرہ میں وفات پائی۔

تقریب میں ہے:

احمد بن محمد بن حنبل مات احدی واربعین وله سبع و
سبعون سنة (تقریب التہذیب، ترجمہ ۹۶، احمد محمد بن حنبل، دارالکتب العلمیۃ
بیروت، ۱/۴۴)

امام احمد بن محمد بن حنبل نے ۲۴۱ھ میں وصال فرمایا جبکہ آپ کی عمر مبارک ۷۷
برس تھی۔

وفیات میں ہے:

الامام احمد بن حنبل خرجت امه من مردوہی حامل بہ فولدتہ
فی بغداد فی شهر ربیع الاول سنة اربع وستین ومائة (وفیات
الاعیان، ترجمہ ۲۰، احمد بن حنبل، دارالثقافۃ بیروت، ۱/۶۴)
امام احمد بن حنبل کی والدہ ماجدہ مرو سے نکلیں جبکہ امام احمد ان کے شکم میں تھے،
چنانچہ آپ کی والدہ نے آپ کو شہر بغداد میں ربیع الاول شریف ۱۶۴ھ میں جنا۔

مگر یہ کہیے کہ امام احمد علیہ الرحمہ نے جبکہ اپنے جد امجد کی پشت میں نطفے تھے یہ خواب دیکھا اور امام ابن
سیرین نے مافی الارحام (جو رحموں میں ہے) سے بھی خفی تر غیب مافی الاصلاب (جو پشتوں میں ہے) کو
جانا اور تعبیر بیان کی یوں آپ کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی نہ ہوئی تو ابن سیرین کو علم غیب ہوا۔
یہ شاید حضرات وہابیہ پر آسان ہو کہ ان کو اوروں کے فضائل سے اتنی عداوت نہیں جو اصل اصول جملہ فضائل یعنی
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

لطیفہء جلیلہ:-

دیوبندی علماء کی جہالت اپنے قابل ہے، ان کے اکابر کی ان سے بھی بڑھ کر ان کے قابل تھی۔ عالی

جناب امام الوہابیہ مولوی گنگوہی صاحب آنجہانی اپنے ایک فتوے میں اپنی داد قابلیت دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”حسین بن منصور کے قتل پر امام ابو یوسف شاگرد امام ابو حنیفہ جو کہ سید العلماء تھے اور سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جو تمام سلاسل کے مرجع ہیں، دونوں نے فتویٰ قتل کا دیا، بجائے“ (حاشیہ: قتل پر قتل کا فتویٰ بھی قابل تماشہ ہے۔ یعنی قتل کو قتل کیا جائے یا قاتل کو)

درفن تاریخ ہم کمالے دارند (فن تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں) سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کی وفات پنجم ربیع الاول یا ربیع الاخر ایک سو پچاسی ہجری (۱۸۲ھ) کو ہے اور حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ کا یہ واقعہ ۲۳ ذی القعدہ ۳۰۹ھ (تین سو نو ہجری) میں، دونوں میں قریب ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) برس کا فاصلہ ہے مگر امام ابو یوسف کو غیب داں کہیے کہ اپنی وفات سے سو سو برس بعد واقعہ کو جان کر حلاج کے قتل کا پیشگی فتویٰ دے گئے۔ تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی میں ہے

القاضی ابو یوسف الامام العلامة الفقیہ العراقین صاحب ابی حنیفۃ اجتمع علیہ المسلمون مات فی ربیع الآخر سنة ثنتين و ثمانین و مائة عن سبعین سنة وله اخبار فی العلم و السیادة (تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ ۲۷۳، ۶/۲۲، ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱/۲۱۴)

قاضی ابو یوسف امام، علامہ، المل کوفہ و بصرہ کے فقیہ اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ تمام مسلمان آپ پر متفق ہیں۔ آپ نے ماہ ربیع الثانی ۱۸۲ ہجری کو ۲۹ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔ علم و سیادت میں ان کی متعدد خبریں ہیں۔

وفیات الاعلان میں ہے:

کانت ولادة القاضي ابی یوسف سنة ثلث عشرة و مائة و توفي يوم الخميس اول وقت الظهر لخمس خلون من شهر ربیع الاول

سنة اثنتين و ثمانين و مائة ببغداد. (وفیات الاعیان، ترجمہ ۸۲۴، قاضی

ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، دارالثقافۃ بیروت، ۳۸۸/۶)

قاضی ابو یوسف کی ولادت ۱۱۳ھ کو اور وفات ۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ بروز جمعرات

بوقت اول ظہر بغداد میں ہوئی۔

اسی میں تاریخ شہادت حضرت حلاج میں لکھا:

يوم الثلاثاء لسبع بقين و قيل لست بقين من ذى القعدة سنة تسع

و ثلثمائة (وفیات الاعیان، ترجمہ ۱۸۹، الحلاج حسین بن منصور، دارالثقافۃ

بیروت، ۱۴۵/۲)

۲۳ یا ۲۴ ذوالقعدہ ۳۰۹ھ بروز منگل۔

سلطان اورنگ زیب محی الدین عالمگیر انا اللہ تعالیٰ برہانہ کی حکایت مشہور ہے کہ کسی مدعی ولایت کا شہرہ سن کر ان کے پاس تشریف لے گئے، اس کی عمر طویل بتائی جاتی تھی، سلطان نے پوچھا: جناب کی عمر شریف کس قدر ہے؟ کہا مجھے تحقیق تو یاد نہیں مگر جس زمانے میں سکندر ذوالقرنین امیر تیمور سے لڑ رہا تھا میں جوان تھا، سلطان نے فرمایا: علاوہ کشف و کرامات در فن تاریخ ہم کمالے دارند (کشف و کرامات کے علاوہ فن تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔)

دیوبندی صاحبوں نے تو ترپن چون برس کابل رکھا تھا جناب گنگوہی صاحب سوا سو برس سے بھی اونچے اڑ گئے، یعنی شملہ بمقدار علم۔ اس سنت پر قائم ہو کر اگر کوئی دیوبندی یا تھانوی حضرت گنگوہی صاحب کے تذکرہ میں لکھ دیتا کہ عالی جناب گنگوہیت مآب کو ابن ملجم نے غسل دیا اور یزید نے نماز پڑھائی اور شمر نے قبر میں اتارا تو کیا مستبعد تھا بلکہ وہ اس سے قریب تر ہوتا دو وجہ سے:

اولاً ممکن کہ اشتراک اسماء ہو، وفات گنگوہی صاحب کے وقت جو لوگ ان کاموں میں ہوں ان کے

نام یہ ہوں۔

ثانیاً باب تشبیہ واسع ہے جیسے لكل فرعون موسیٰ (ہر فرعون کے مقابلے میں موسیٰ ہوتا ہے۔) مگر جناب گنگوہی صاحب کے کلام میں کہ امام ابو یوسف شاگرد امام ابو حنیفہ جو سید العلماء تھے کوئی تاویل بنتی نظر نہیں آتی سوا اس کے کہ اتنا عظیم جہل شدید یا حضرت امام پراتنا بیباکانہ افتراءے بعید، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز المجید۔

رابعاً بغرض صحت حکایت یہ معبر کی اپنی مقدار علم ہے ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر ہی بتائی ہو خواہ مجموع خواہ باقی۔ پانچ انگلیوں کے اشارے میں پانچ یا چھ دن یا ہفتے یا مہینے یا برس یا ساٹھ یا بہتر برس یا تیس سال دس مہینے گیارہ دن، یا اکتالیس سال چار مہینے گیارہ دن یا اکتیس سال چار مہینے چند دن بارہ احتمال ہیں۔ کیا دلیل ہے کہ خواب دیکھنے والے کی عمر اگرچہ بفرض غلط امام احمد ہی ہوں روز خواب سے آخر تک ان میں سے کسی مقدار پر نہ ہوئی، امام احمد کی عمر شریف ستتر (۷۷) سال ہوئی، اگر پانچ برس کی عمر میں خواب دیکھا ہو تو سب میں بڑا احتمال 72 سال ممکن ہے اور باقی زیادہ واضح ہیں، یا اصل دیکھئے تو امام احمد و امام ابن سیرین کا نام تو دیوبندیوں نے بنالیا، کیا دلیل کہ واقعی خواب دیکھنے کی ساری عمر چار احتمال اخیر سے کسی شمار پر نہ ہوئی خواب دیکھنے کی تاریخ اور دیکھنے والی کی تاریخ ولادت و تاریخ وفات یہ سب صحیح طور پر معلوم ہوئی اور ثابت ہوا کہ اس کی مجموعی عمر و باقی عمر کوئی ان میں سے کسی احتمال پر ٹھیک نہیں آتی، اس وقت اس کے کہنے کی گنجائش ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مقدار عمر ہی بتائی ہو معبر کو اس کے جاننے کی طرف راہ نہ تھی لہذا اپنی سمجھ کے قابل اسے غیوب خمسہ کی طرف پھر دیا، دیوبندیوں کو تو شاید اس اشارے میں یہ بارہ احتمال سمجھنے بھی دشوار ہوں حالانکہ وہ نہایت واضح ہیں اور ان کے سوا دقیق احتمال بھی تھے کہ ہم نے ترک کر دیئے۔

شبہ ثانیہ کے تین رد گزرے اور اول و دوم و سوم سے۔ رابعاً دیوبندیوں کی عبارت کہ آپ کے علم مشاہدہ میں نقصان ثابت ہو گیا علم غیب پر اطلاع تو ابھی دور ہے جس ناپاک و بے باک طرز پر واقع ہوئی اس کا جواب تو انشاء اللہ روز قیامت ملے گا مگر ان سفہیوں کو دین کی طرح عقل سے بھی مس نہیں، امراہم و اعظم و اجل و

اعلیٰ میں اشتغال بارہا مرہل سے ذہنوں کا باعث ہوتا ہے ایسی جگہ اس کے ثبوت سے ہی اس کا انتقا ہوتا ہے نہ کہ اس کی نفی پر استدلال کیا جائے، ولکن الوهابیۃ قوم یجلھون (لیکن وہابی جاہل قوم ہے)۔

شبہ ثالثہ کے دور گزرے امر اول وسوم سے۔

ثالثیہ حدیث جس طرح دیوبندی نے بتائی صریح افتراء ہے، کہ نہ صحیح مسلم کہیں اس کا پتہ ہے۔

رابعاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اعمال امت پیش کئے جانے کو غلط و محض افتراء کہنا غلط و محض افتراء ہے۔ بزار اپنی مسند میں بسند صحیح جید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

حیاتی خیر لکم تحدثون ونحدث لکم، ووفاتی خیر لکم و
تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیہ وما
رأیت من شر استغفرت اللہ لکم (البحر الزخار المعروف بمسند البزار،
www.alahazratnetwork.org
حدیث ۱۹۲۵، مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ، ۵/۳۰۸ و ۳۰۹)

میری زندگی تمہارے لئے بہتر مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تم سے باتیں کرتے ہیں۔ اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر، تمہارے اعمال مجھ پر عرض کئے جائیں گے جب بھلائی دیکھوں گا پر حمد الہی بجا لاؤں گا اور جب برائی دیکھوں گا تمہاری بخشش چاہوں گا۔

اللہم صل وسلم وبارک علیہ صلوة تكون لکولہ رضاء ولحقہ
العظیم اداء امین۔

اے اللہ! درود و سلام اور برکت عطا فرما آپ پر ایسا درود جو تیری اور ان کی رضا کا ذریعہ ہو اور اس سے ان کے عظیم حق کی ادائیگی ہو، آمین۔

مسند حارث میں انس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثون و نحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی
خیر الکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان
رأیت شرا ذلک استغفرت اللہ لکم. (الطبقات الکبریٰ لابن سعد،
ذکر ما قرب لرسول صلی اللہ علیہ وسلم من اجلہ، دار صادر بیروت، ۱۹۴/۲) (ف:
حدیث کے مذکورہ بالا الفاظ طبقات ابن سعد میں بکر بن عبد اللہ مزنی سے منقول
ہیں)

میرا جینا تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی
باتیں تم سے فرماتے ہیں جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے
لئے خیر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے اگر نیکی دیکھوں گا حمد
الہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔

www.alahazratnetwork.org

اللہم صل وسلم وبارک علیہ قدر رافتہ ورحمة بامتہ ابدًا آمین!
اے اللہ! آپ پر ہمیشہ اس قدر درود و سلام اور برکت نازل فرما جس قدر آپ
اپنی امت پر مہربان ہیں، آمین!

ابن سعد طبقات میں اور حارث مسند میں اور قاضی اسماعیل بہ سند ثقات بکر بن عبد البر مزنی سے

مرسل راوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثون و نحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی
خیر الکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت
شرا استغفرت لکم (کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن بکر بن عبد اللہ مرسل،
حدیث ۳۱۹۰۳، موسسة الرسالہ بیروت، ۱۱/۴۰۷) (الجامع الصغیر بحوالہ ابن

سعد عن بکر بن عبداللہ، حدیث ۳۷۷۱، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۲۲۹/۱)

میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے، جو نئی بات تم سے واقع ہوتی ہے ہم اس کا تازہ علاج فرماتے ہیں جب میں انتقال کروں گا میری وفات تمہارے لئے بہتر ہوگی تمہارے اعمال میرے حضور معروض ہونگے میں نیکیوں پر شکر اور بدی پر تمہارے لئے استغفار فرماؤں گا۔

اللہم صلی وسلم وبارک علیٰ هذا الحبيب الذی ارسلته
رحمت وبعثته نعمة وعلیٰ الہ وصحبہ عدد کل عمل وکلمۃ
امین!

اے اللہ تمام اعمال اور تمام کلمات کی تعداد کے مطابق درود و سلام اور برکت نازل فرما اس حبیب پر جسے تو نے رحمت اور نعمت بنا کر بھیجا ہے، آمین!

امام ترمذی محمد بن علی والد عبدالعزیز سے راوی، رسول ﷺ فرماتے ہیں:

تعرض الاعمال يوم الاثنين ويوم الخميس على الله تعالى و
تعرض على الانبياء وعلى الابرار والامهات يوم الجمعة فيفرحون
بحسناتهم و تزداد وجوههم بيضا ونزهة فاتقوا الله تعالى ولا
تؤذوا موتاكم (نوادراصول، الاصل السابع والستون والمائة، دارصادر
بیروت، ص ۲۱۳)

ہر دو شنبہ و پنجشنبہ کو اعمال اللہ عزوجل کے حضور پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء اور ماں باپ کے سامنے وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے، تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو بد اعمالیوں سے ایذا نہ دو۔

اللهم وفقنا لما ترضاه ويرضاه نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم
وتزداد به وجوه ابائنا وامهاتنا بياضا واشراقا آمين۔
اے اللہ! ہمیں ایسے اعمال کی توفیق عطا فرما جن پر تو اور ہمارا نبی ﷺ خوش ہوں
اور ان سے ہمارے ماں باپ کے چہروں کی نورانیت اور چمک میں اضافہ ہو۔
آمین!

ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں انس رضی اللہ عنہ سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:
ان اعمال امتی تعرض علی فی کل یوم جمعة، واشتد غضب اللہ
علی الزناة (حلیۃ الاولیاء، ترجمہ ۳۵۸ عمران القصیر، دارالکتاب العربی
بیروت، ۱۷۹/۶)

بے شک ہر جمعہ کے دن میری امت کے اعمال مجھ پر پیش ہوتے ہیں اور زانیوں
پر خدا کا سخت عذاب ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

www.alahazratnetwork.org

امام اجل عبد اللہ بن مبارک سیدنا سعید بن مصیب بن حزن رضی اللہ عنہم سے راوی:
لیس من یوم الا تعرض فیہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعمال
امتہ غدوة وعشیة فیرفہم بسیمامہم واعمالہم (کتاب الزہد، باب
فی عرض عمل الاحیاء علی الاموات، حدیث ۱۶۶، دارالکتب العلمیۃ بیروت، الخمر
الرابع، ص ۴۲)

کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی ﷺ پر ان کی امت کے اعمال صبح و شام دو وقت
پیش نہ ہوتے ہوں تو حضور ﷺ انہیں ان کی نشانی صورت سے بھی پہچانتے ہیں
اور ان کے اعمال سے بھی۔ صلی اللہ علیہ وسلم

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

وذلك كل يوم كما ذكره المؤلف وعده من خصوصياته صلى
الله تعالى عليه وسلم وتعرض وعليه ايضامع الانبياء والاباء يوم
الاثنين والخميس (التيسير شرح الجامع الصغير، تحت الحديث حياتي خير لكم،
مكتبة الامام الشافعي رياض، ١/٥٠٢)

قاله تحت حديث ابن سعد المذكور . والله تعالى اعلم .
رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے حضور میں پیشی تو ہر روز ہے جیسا کہ امام جلال الدین
سیوطی نے ذکر فرمایا اور اسے حضور ﷺ کے خصائص سے گنا اور ہر دو شنبہ و
پنج شنبہ کو بھی حضور ﷺ پر اعمال امت انبیاء و آباء کے ساتھ پیش ہوتے ہیں۔ (یہ
بات امام مناوی نے حدیث ابن سعد مذکور کے تحت فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ
خوب جانتا ہے۔)

اس طور پر بارگاہ حضور میں اعمال امت کی پیشی روزانہ ہر صبح و شام کو الگ ہوتی ہے پھر ہر دو شنبہ و پنج شنبہ کو
جدا، پھر ہر جمعہ کو ہفتہ بھر کے اعمال کی پیشی جدا۔ بالجملہ دیوبندیوں کا اسے غلط افتراء محض کہنا محض اسی بناء پر ہے
کہ فضائل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جلتے ہیں، صحیح حدیثوں کو کیا مانیں جب قرآن عظیم ہی سے بچ کر نکلتے
ہیں، اوندھے چلتے ہیں فبای حدیث بعد الله وایتہ یؤمنون (القرآن الکریم، ٦/٣٥) (پھر اللہ اور اس کی
آیتوں کو چھوڑ کر کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔)

شہبہ رابعہ کے دور درگزریے امر اول و دوم سے۔

ثالثاً حدیث ترمذی، جس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شدید اعتراض جمانا چاہا وسیعلم الذین
ظلموا ای منقلب ینقلبون (القرآن الکریم، ٢٢٤/٢٦) (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کس کروٹ پر پلٹا
کھائیں گے۔) اصول محدثین پر محل کلام اور اصول دین پر قطعاً حجیت سے ساقط ہے، ترمذی کے یہاں اس کے لفظ

یہ ہیں:

حدثنا محمد بن یحییٰ ثنا محمد بن یوسف عن اسرائیل ثنا
 سماک بن حرب عن علقمة بن وائل الکندی عن ابیه ان امرأة
 خرجت علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تريد الصلوة
 فتلقاها رجل فتجعلها ففرض حاجته منها فحاحت فانطلق
 ومر علیها رجل فقالت ان ذلک الرجل فعل بی کذا
 او کذا، ومرت بعصابة من المهاجرین فقالت ان ذاک الرجل
 فعل بی کذا کذا، افانطلقوا فاخذوا الرجل الذی ظنت انه وقع
 علیها فاتوها فقالت نعم هو هذا، فاتوا به رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم فلما امر به لرجم قام صاحبها الذی وقع علیها فقال یا
 رسول اللہ انه صاحبها فقال لها اذهبی فقد غفر اللہ لک، وقال
 للرجل قولاً حسناً وقال للرجل الذی وقع علیها ارجموه، وقال
 لقد تاب توبة لو تابها اهل المدينة لقبل منهم، هذا حدیث حسن
 غریب صحیح وعلقمة بن وائل بن حجر سمع من ابیه وهو اکبر
 من عبد الجبار بن وائل وعبد الجبار بن وائل لم یسمع من ابیه .
 (جامع الترمذی، ابواب الحدود، باب ما جاء فی المرأة اذا اشکرهت علی الزنا، امین
 کمپنی دہلی، ۱/ ۱۷۵)

علقمة بن وائل کندی اپنے باپ (وائل) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی
 اللہ علیہ وسلم کے عہد اقدس میں ایک عورت نماز پڑھنے کے لئے نکلی تو اسے ایک
 مرد ملا جس نے اسے ڈھانپ لیا اور اس سے اپنی حاجت پوری کی وہ عورت چیخی

تو وہ شخص چلا گیا، ایک اور شخص اس عورت کے پاس سے گزرا تو اس عورت نے کہا کہ اس مرد نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے، اور وہ خاتون مہاجرین کی ایک جماعت کے پاس سے گزری اور کہا اس مرد نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے۔ وہ لوگ گئے اور اس مرد کو پکڑ لائے جس کے بارے میں اس خاتون نے گمان کیا تھا کہ اس نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے، جب وہ اسے خاتون کے پاس لائے تو اس نے کہا ہاں یہ وہی ہے۔ چنانچہ وہ اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے آئے، پھر جب آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا تو وہ شخص اٹھ کر کھڑا ہو گیا جس نے فی الواقع اس عورت سے زنا کیا تھا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس عورت سے فرمایا: یا اللہ تعالیٰ نے تیری مغفرت کر دی، اور پہلے مرد سے اچھا کلام فرمایا اور دوسرے مرد جس نے حقیقتاً زنا کیا تھا کے بارے میں فرمایا کہ اس کو سنگسار کر دو۔ پھر فرمایا اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر تمام اہل مدینہ یہ توبہ کرتے تو ان سے قبول کر لی جاتی۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے سماعت کی ہے اور وہ عبد الجبار بن وائل سے بڑے ہیں عبد الجبار نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سنا۔

(۱) وائل رضی اللہ عنہ سے علقمہ کے سماع میں کلام ہے امام یحییٰ بن معین ان کی روایت کو منقطع

بتاتے ہیں اور اسی پر حافظ نے تقریب میں جزم کیا، میزان میں ہے:

علقمة بن وائل بن حجر صدوق الا ان یحییٰ بن معین یقول فیہ

روایۃ عن ابیہ مرسلۃ (میزان الاعتدال، ترجمہ ۵۷۶، علقمہ بن وائل،

دارالمعرفۃ بیروت، ۱۰۸/۳)

علقمہ بن وائل بن حجر صدوق ہے مگر یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ اس کی روایت اپنے باپ سے مرسل ہے۔

تقریب میں ہے:

علقمة بن وائل صدوق الا انه لم يسمع من ابيه . (تقریب التہذیب ، ترجمہ ۴۷۰۰ علقمہ بن وائل، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱ / ۶۸۷) علقمہ بن وائل صدوق ہے مگر اپنے باپ سے اس نے کچھ نہ سنا۔

(۲) پھر سماک بن حرب میں کلام ہے۔ تقریب میں ہے:

قد تغير باخوه فكان ربما يلحقن (تقریب التہذیب، ترجمہ ۲۶۳۲ سماک بن حرب، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱ / ۳۹۴)

آخر عمر میں وہ متغیر ہو گئے تھے چنانچہ بسا اوقات انھیں تلقین کی جاتی تھی۔

امام نسائی نے اس کے باب میں یہ فیصلہ کیا کہ جس حدیث کے راوی ہوں حجت نہیں۔ میزان

میں ہے:

قال النسائي اذا انفروا باصل لم يكن بحجة لانه كان يلحقن فيتلحقن (میزان الاعتدال، ترجمہ ۳۵۴۸، سماک بن حرب دارالمعرفۃ بیروت، ۲ / ۲۳۳) اہ وقد انقدا الحافظ علی الترمذی تصحيحاته بل و تحسيناته كما بيناه في مدارج طبقات الحديث وغيرها من تصانيفنا.

نسائی نے کہا جس حدیث میں علقمہ منفرد ہو وہ حجت نہیں کیونکہ انھیں بات سمجھائی جاتی تب وہ سمجھتے اھ حافظ نے ترمذی پر اس کی تصحیحات بلکہ اس کی تحسینات پر تنقید کی۔ جیسا کہ ہم نے اپنی تصانیف مدارج طبقات الحدیث وغیرہ میں اس کو

بیان کیا ہے۔

اور اس پر ظاہر کہ اس حدیث کا مدار سماک پر ہے۔

(۳) ابوداؤد نے یہ حدیث بعینہ اسی سند سے روایت کی اور اسی میں یہ لفظ لیو جم (کہ اسے رجم

کیا جائے۔) جو منشاء اعتراض وہابی ہے، اصلاً نہیں۔ اس کی سند یہ ہے :

حدثنا محمد بن يحيى بن فارس نا فريابي نا اسرائيل نا سماك
بن حرب عن علقمة بن وائل عن ابيه (سنن ابی داؤد، کتاب الحدود،
باب فی صاحب الحدیجی فیکر، آفتاب عالم پریس لاہور، ۲/۲۳۵)

ہمیں حدیث بیان کی محمد بن یحییٰ بن فارس نے وہ کہتے ہیں ہمیں فریابی نے وہ
کہتے ہیں ہمیں اسرائیل نے وہ کہتے ہیں ہمیں سماک بن حرب علقمہ بن وائل
سے انھوں نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی۔

اور محل احتجاج میں لفظ صرف یہ ہیں www.alahazratnetwork.org

فقلت نعم هو هذا فاتوا به رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما
امربه قام صاحبها الذي وقع عليها فقال رسول الله انا
صاحبها. (سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فی صاحب الحدیجی فیکر، آفتاب
عالم پریس لاہور، ۲/۲۳۵)

اس عورت نے کہا ہاں یہ وہی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ جب آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا وہ شخص
کھڑا ہو گیا جس نے فی الواقع اس عورت سے زنا کیا تھا اور عرض کی کہ یا رسول
اللہ! میں نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے۔

آخر میں ہے:

قال ابو داؤد رواه اسباط حاط بن نصر ايضا عن سماک (سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فی صاحب الحدیجی فیکر، آفتاب عالم پریس لاہور، ۱۲/۲۳۶)

ابو داؤد نے کہا اس کو اسباط بن نصر نے بھی سماک سے روایت کیا ہے۔
یہاں امر بہ مطلق ہے ممکن کہ تحقیقات کے لئے حکم فرمایا یہ بھی سہی کہ بقدر حاجت کچھ سخت گیری کرو قید کرو کہ اگر گناہ کیا ہوا اقرار کرے کہ شرعاً متہم کی تعزیر جائز ہے۔ جامع ترمذی میں حسن بن معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ سے ہے:

حدثنا سعيد الكندي ثنا ابن المبارك عن معمر عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده ان النبي صلى الله عليه وسلم حبس رجلا في تهمة ثم خلى عنه "قال الترمذي" وفي الباب عن ابي هريرة حديث بهز عن ابيه عن جده حديث حسن وقدرى اسمعيل بن ابراهيم عن بهز بن حكيم هذا الحديث اتم من هذا واطول (جامع الترمذی، ابواب الديات، باب ما جاء فی الحبس فی التهمة، امین کمپنی دہلی، ۱/۱۷۰) اه قلت سند الترمذی حسن، علی وبہز وحکیم کلہم صدوق و اشار الیہ من رواۃ اسمعیل بن ابراہیم فقدر و اھا ابن ابی عاصم فی کتاب العفو، قال حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ ثنا ابن علیۃ عن بہز عن ابيه عن جده ان اخاه اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال جیرانی علی ما اخذوا فاعرض عنه فاعاد قوله فاعرض عنه وساق القصة قال فی اخرها خلوا له عن جیرانہ۔ (حدیث بالمفہوم سنن ابی داؤد، کتاب القضاء ۱۵۵/۲ و مسند احمد بن

(ضبل ۴/۵)

ہمیں حدیث بیان کی علی بن سعید کندی نے انھوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابن مبارک نے انھوں نے معمر سے انھوں نے بہزین حکیم سے انھوں نے بواسطہ اپنے باپ اپنے دادا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کسی تہمت میں مجبوس فرمایا پھر چھوڑ دیا۔ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کی۔ بہزین حدیث بواسطہ اپنے باپ اپنے دادا سے حسن ہے۔ تحقیق اسمعیل بن ابراہیم نے بہزین حکیم سے اس حدیث کو اتم و اطول روایت کیا ہے اھ۔ میں کہتا ہوں ترمذی کی سند حسن ہے، علی، بہزین اور حکم تمام صدوق ہیں۔ اسمعیل بن ابراہیم کی روایت سے جس حدیث کی طرف ترمذی نے اشارہ کیا ہے اس کو ابن ابی عاصم نے کتاب العفو میں روایت کیا، کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر بن ابی شیبہ نے انھوں نے کہا، ہمیں حدیث بیان کی ابن علیہ نے انھوں نے بہزین سے انھوں نے بواسطہ اپنے باپ کے اپنے دادا سے روایت کی کہ ان کے بھائی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرے پڑوسی کس بنیاد پر پکڑے گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا، انھوں نے بات دہرائی، آپ نے پھر اعراض فرمایا، اور پورا قصہ بیان کیا۔ اس کے آخر میں ہے کہ آپ نے فرمایا اس کی خاطر اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔

(۴) امام بغوی نے مصابیح میں یہ حدیث ذکر کی اور اس میں سرے دوسرے شخص کا جس پر غلطی

سے تہمت ہوئی تھی قصہ ہی نہ رکھا، مصابیح کے لفظ یہ ہیں:

عن علقمة بن وائل عن ابیہ ان امرأۃ خرجت علی عہد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترید الصلوۃ فتلقاها رجل فتجللها
فقضى حاجته منها فصاحت صيحة وانطلق ومرت عصاة من
المهاجرين فقالت ان ذلك فعل بي كذا او كذا، فاخذوا الرجل
فاتوا به رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لها اذهبي فقد
غفر الله لك وقال للرجل الذي وقع عليها ارجموه وقال لقد
تاب توبة لو تابها اهل المدينة لقبل منهم (مصابح السنة، کتاب
الحدود، حدیث ۶۵۵، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۱۲/۲)

علقمہ بن وائل اپنے باپ وائل سے راوی ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے
زمانہ اقدس میں نماز کے ارادہ سے نکلی تو ایک مرد اسے ملا جو اس پر چھا گیا، اس
نے عورت سے اپنی حاجت پوری کر لی، وہ چیخی تو وہ مرد چلا گیا، مهاجرین کی ایک
جماعت وہاں سے گزری تو وہ عورت بولی کہ اس شخص نے مجھ سے ایسا ایسا کیا
ہے۔ لوگوں نے اس شخص کو پکڑ لیا پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
خدمت میں لائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عورت سے فرمایا تو جا تجھے
اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ اس شخص کے بارے میں فرمایا جو اس پر چھا گیا تھا کہ
اسے رجم کر دو، اور فرمایا یقیناً اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ توبہ سارے مدینہ
والے کرتے تو ان کی توبہ قبول ہو جاتی۔

یہ بالکل صاف اور بے دغدغہ ہے، مشکوٰۃ میں اسے ذکر کر کے کہا: رواہ الترمذی و ابو
داؤد (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الحدود، الفصل الثانی، قدیمی کتب خانہ کراچی، ص ۳۱۲) (اس کو ترمذی اور ابو داؤد
نے روایت کیا۔)

(۵) اس لفظ ترمذی میں اصل علت یہ ہے کہ اگر کوئی عورت دھوکے سے کسی مرد پر زنا کی تہمت

رکھ دے اور حاکم کے حضور نہ وہ مرد اقرار کرے نہ اصلاً کوئی شہادت معائنہ گزرے تو چار درکنار ایک گواہ بھی نہ ہو تو کیا ایسی صورت میں حاکم کو روا ہے کہ صرف عورت کے نام لے دینے سے اس کے رجم و قتل کا حکم دیدے، حاشا ہرگز نہیں، ایسا حکم قطعاً، یقیناً، اجماعاً قرآن عظیم و شریعت مطہرہ کے بالکل خلاف اور صریح باطل و ظلم و خون انصاف ہے۔ اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا، اور یہاں اسی قدر واقع تھا، ہمارے ائمہ کے یہاں مقبول ہے مگر انقطاع باطن باجماع علماء مرد و دو باطل و مخدول ہے اگرچہ کیسی ہی سند لطیف و صحیح سے آئے نہ کہ یہ سند بوجہ محل نظر ہے۔ سماک کے سوا اسرائیل میں بھی اختلاف ہے اگرچہ راجح تو شیعہ ہے۔ امام علی بن مدینی نے فرمایا اسرائیل ضعیف (میزان الاعتدال، ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس، دارالمعرفۃ بیروت، ۲۰۹/۱) (اسرائیل ضعیف ہے) ابن سعد نے کہا: منهم من يستضعفه (میزان الاعتدال، ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس، دارالمعرفۃ بیروت، ۱/۲۰۹) (ان میں سے بعض اسے ضعیف قرار دیتے ہیں) یعقوب بن شیبہ نے کہا: صالح الحديث و في حديثه لين (میزان الاعتدال، ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس، دارالمعرفۃ بیروت، ۲۰۹/۱) (صالح الحديث ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے۔) میزان میں ہے: كان يحيى القطان لا يرضاه (میزان الاعتدال، ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس، دارالمعرفۃ بیروت، ۲۰۹/۱) (یحییٰ قطان اسے پسند نہ کرتے تھے۔) ابن حزم نے کہا: ضعیف، اور ان کی متابعت کہ اسباط بن نصر نے کی، ان کا حال تو بہت گرا ہوا ہے، تقریب میں کہا:

صديق كثير الخطاء يغرب اه (تقریب التہذیب، ترجمہ ۳۲۱، اسباط

بن نصر، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۷۶/۱)

صديق ہے بہت خطا کرتے ہے نوادرات بیان کرتا ہے۔

امامنا حاول به التفصي عنه في حاشي نسخة الطبع اذ قال "لعل

المراد فلما قارب ان يامر به وذلك قاله الراوى نظرا الى ظاهر

الامر حيث انهم احضروه في المحكم عند الامام والامام اشتغل

بالتفتيش من حاله اه (جامع الترمذی، باب الحدود، باب ما جاء في المرأة اذا

اشکرھت علی الزناء (حاشیہ) امین کمپنی دہلی، ۱/۱۷۵)

مطبوعہ نسخے کے حاشیہ میں محشی نے یوں کہہ کر اشکال سے بچنے کا ارادہ کیا ہے کہ شاید مراد اس سے یہ ہو کہ جب آپ رجم کا حکم دینے کے قریب ہوئے اور راوی نے ظاہر امر کو دیکھتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ آپ نے رجم کا حکم دیا۔ اس لئے کہ لوگوں نے اس شخص کو امام کے پاس کچھری میں پیش کیا اور امام اس کے حال کی تفتیش میں مشغول ہوئے۔ اھ

فاقول لا یجدی نفعاً ولا یجدی نفعاً فان الاشتغال بالتفتیش لا یفہم قرب الامر بالرجم مالم یکن ہناک شئی یشہ وما ہناک شہود ولا اقرار، وما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیامر بقتل مسلم من دون ثبت فیکف یشہر للناظر قرب الامر بالرجم رجماً بالغیب بل نسبة مثل هذا الفہم الرکیک الباطل الذی یرفع عنہ احاد الناس الی الصحابة رضی اللہ عنہم ثم ادعاء انہم اعتمدوا علیہ کل الاعتماد حتی نسبوا الامر بالرجم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازراء بالصحابة وهو یرفع الامان عن رواياتہم، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

فاقول (تو میں کہتا ہوں) یہ کچھ نفع نہیں دیتا کیونکہ تفتیش میں مشغول ہونے سے رجم کا حکم دینے کے قریب ہونا نہیں سمجھا جاتا جب تک وہاں اس کو ثابت کرنے والی کوئی شے نہ پائی جائے، جبکہ وہاں نہ گواہ ہیں نہ اقرار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر ثبوت کے کسی مسلمان کے قتل کا حکم نہیں دیتے تو ناظر پر محض تخمینے

سے امرِ رجم کیسے ظاہر ہو گیا، بلکہ ایسے باطل و رکیک فہم جس سے عام لوگ بھی منزہ ہوں کی نسبت صحابہ کرام کی طرف کرنا پھر یہ دعویٰ کرنا کہ انھوں نے اس پر مکمل اعتماد کر لیا اور امرِ رجم کو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا صحابہ کرام پر جسارت ہے اور یہ ان کی روایات سے امان کو اٹھا دے گا۔ بلندی و عظمت والے معبود کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت ہے۔

رابعاً یہ سب علم ظاہر کے طور پر تھا اور علم حقیقت لیجئے تو وہابیہ کا عجب اوندھا پن قابلِ تماشہ ہے وہ حدیث کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیوب پر روشن دلیل ہے اس کو الٹی دلیل نفی ٹھہراتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت و حقیقت دونوں کا حاکم بنایا حضور کے احکام شریعت ظاہرہ پر ہوتے اور کبھی حقیقت باطنہ پر حکم فرماتے مگر اس پر زور نہ دیا جاتا۔ ابن ابی شیبہ و ابو یعلیٰ و بزار و بیہقی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: www.alahazratnetwork.org

قال ذکرُوا رجلاً عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذکروا قوتہ فی الجہاد واجتہادہ فی العبادۃ فاذا ہم بالرجل مقبل فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انی لا جد فی وجہہ سفعة من الشیطان فلما دنی فسلم فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم هل حدثت نفسک بانہ لیس فی القوم احد خیر منک؟ قال نعم۔ ثم ذهب فاخط مسجداً و وقف یصلی، فقال رسول اللہ ایکم یقوم فیقئلہ؟ فقام ابوبکر فانطلق، فوجدہ یصلی، نہبت ان اقتلہ۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایکم یقوم فیقئلہ؟ فقام عمر فصنع کما صنع ابوبکر۔ فقال رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایکم يقوم فيقتله؟ فقال علي انا.
 قال انت ان ادركته فذهب فوجدته قد انصرف فرجع. فقال
 رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم هذا اول قرن خرج فی
 امتی لو قتلته ما اختلف اثنان بعده من امتی (دلائل النبوة للبيهقي، باب
 ما روى فی اخباره صلی اللہ علیہ وسلم، الرجل الذي وصف الخ، دار الكتب العلمية
 بيروت، ۲ / ۱ (۲۸۷ و ۲۸۸) (مسند ابو يعلى عن انس، حديث
 ۳۶۵۶ و ۳۱۱۳ و ۳۱۲۸، موسسة علوم القرآن بيروت، ۴ / ۱ تا
 ۱۰ و ۱۵ و ۱۵۵ و ۱۶۲) (كشف الاستار عن زوائد المزاري، كتاب اهل البغي، باب
 علائقهم و عبادتهم، موسسة الرساله بيروت، ۲ / ۳۶۰)

صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک شخص کی تعریف کی کہ جہاد میں ایسی قوت رکھتا ہے اور
 عبادت میں ایسی کوشش کرتا ہے، اتنے میں وہ سامنے سے گزرا، حضور
 اقدس ﷺ نے فرمایا، میں اس کا چہرہ پر شیطان کا داغ پاتا ہوں، اس نے پاس
 آ کر سلام کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دل کی بات بتائی کہ کیوں تو
 نے اپنے دل میں یہ کہا کہ اس قوم میں تجھ سے بہتر کوئی نہیں؟ کہا ہاں! پھر چلا گیا
 اور ایک مسجد مقرر کر کے نماز پڑھنے کھڑا ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 ، کون ایسا ہے جو اٹھ کر جائے اور اسے قتل کر دے؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گئے،
 دیکھا نماز پڑھتا ہے، واپس آئے اور عرض کیا کہ میں نے اسے نماز میں دیکھا
 مجھے قتل کرتے خوف آیا۔ حضور ﷺ نے پھر فرمایا: تم میں کون ایسا ہے جو اٹھ کر
 جائے اور اسے قتل کر دے؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ گئے اور نماز پڑھتا دیکھ کر
 چھوڑ آئے اور وہی عذر کیا۔ حضور ﷺ نے پھر فرمایا: تم میں کون ایسا ہے کہ اٹھ کر

جائے اور اسے قتل کر دے، مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی: میں۔ حضور نے فرمایا ہاں اگر تم اسے پاؤ۔ یہ گئے تو وہ جا چکا تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا یہ میری امت سے پہلا سینگ نکلا تھا اگر قتل ہو جاتا تو آئندہ امت میں کچھ اختلاف نہ پڑتا۔

ابن ابی شیبہ و ابو یعلیٰ و بزاز بیہقی انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:-

خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر کیا گیا جس نے چوری کی تھی، ارشاد ہوا اسے قتل کر دو، عرض کی گئی اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا: خیر ہاتھ کاٹ دو۔ پھر اس نے دوبارہ چوری کیا اور قطع کیا گیا، سہ بارہ زمانہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں پھر چرایا اور قطع کیا گیا، چوتھی بار پھر چوری کی اور قطع کیا گیا، پانچویں بار پھر چرایا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری حقیقت خوب جانتے تھے جب کہ اول ہی بار تیرے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا تیرا وہی علاج ہے جو حضور ﷺ کا ارشاد تھا، لے جاؤ اسے قتل کر دو۔ اب قتل کیا گیا۔

ابو یعلیٰ اور شاشی اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں، ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں محمد بن حاطب اور حاکم مستدرک میں باقائدہ تصحیح ان کے بھائی حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلس فامر بقتله
فقيل انه سرق فقال اقطعه ثم جنى به بعد ذلك الی ابی بکر
وقد قطعت قوائمه فقال ابو بکر ما اجد لك شيئا الا ما قضی
فيك رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يوم امر بقتلك
فانه كان اعلم بك فامر بقتله (کنز العمال، بحوالہ عوالشاشی طبک ص،
حدیث ۱۳۸۶۱، موسسة الرسالہ بیروت، ۵/۵۳۸)

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا، آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ عرض کی گئی کہ اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا: اس کا

ہاتھ کاٹ دو۔ پھر اسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹے جا چکے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: میں اس کے بغیر تیرا علاج نہیں جانتا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیرے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا کہ اس کو قتل کر دو وہ تیرا حال خوب جانتے تھے۔ چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔

صحیح مستدرک کے لفظ حارث بن حاطب سے یہ ہیں:

ان رجلا سرق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاتی بہ فقال اقتلوہ فقالوا انما سرق، قال فاقطعوہ ثم سرق ایضا فقطع ثم سرق علی عہد ابی بکر فقطع، ثم سرق فقطع، حتی قطعت قوائمه، ثم سرق الخامسة، فقال ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلم بهذا حیث امر بقتله اذہبوا فاقتلوہ . (المستدرک للحاکم، کتاب الحدود، حکایۃ سارق قتل فی الخامسة، دار الفکر بیروت، ۳۸۲/۴)

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں چوری کی اسے آپ کی بارگاہ میں لایا گیا آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ عرض کی گئی اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا: اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اس نے پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا۔ زمانہ صدیقی میں پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا، یہاں تک کہ اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ پانچویں مرتبہ اس نے پھر چوری کر لی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا حال خوب جانتے تھے کہ آپ نے پہلی مرتبہ ہی اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا۔ اس

کو لے جاؤ اور قتل کر دو۔

ظاہر ہے کہ ان دونوں کے قتل کا حکم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علوم غیبی کی بناء پر فرمایا تھا ورنہ ظاہر شریعت میں وہ مستحق قتل نہ تھے۔ امام جلیل جلال الملتہ والدین سیوطی سلمہ اللہ تعالیٰ خصائص کبریٰ شریف میں فرماتے ہیں:

باب ومن خصائصه صلى الله عليه وسلم انه جمع بين القبليين والهجرتين وانه جمعت له الشريعة والحقيقة ولم يكن للانبياء الا احدهما بدليل قصة موسى مع الخضر "عليهما الصلوة والسلام" وقوله اني على علم من علم الله لا ينبغي لك ان تعلمه وانت على علم من علم الله تعالى لا ينبغي لي ان اعلمه وقد كنت قلت هذا الكلام اولا استنباطا من هذا الحديث من غير ان اقف عليه في كلام احد من العلماء ثم رأيت البدرين المصاحب اشار اليه في تذكرته ووجدت من شواهد و حديث السارق الذي امر بقتله والمصلى الذي امر بقتله وقد تقدم في باب الاخبار بالمغيبات .

باب اور حضور پر نور ﷺ کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ دو قبلوں اور دو ہجرتوں کے جامع ہیں۔ اور یہ کہ آپ کے لئے شریعت و حقیقت کو جمع کر دیا گیا۔ دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی میں یہ دونوں وصف جمع نہ ہوئے بلکہ وہ صرف ایک وصف کے ساتھ متصف ہوئے۔ اس کی دلیل سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ ہے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کا وہ قول کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا ”میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے

علم کا حامل ہوں جسے جاننا آپ کو مناسب نہیں اور آپ کو منجانب اللہ ایسا علم عطا ہوا جس کو جاننا مجھے مناسب نہیں۔ (امام سیوطی فرماتے ہیں) میں پہلے یہ بات حدیث سے استنتاج کر کے کہا کرتا تھا بغیر اس کے کہ میں اس بارے میں کسی عالم کے کلام پر مطلع ہوتا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ بدرین المصاحب نے اپنے تذکرہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور میں نے اس کے شواہد میں وہ حدیث پائی جس میں رسول اللہ ﷺ نے ایک چور کو قتل کرنے کا حکم دیا اور وہ حدیث کہ جس میں آپ نے ایک نمازی کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا، دونوں مذکورہ حدیثیں اس سے قبل ”الاخبار بالمغیبات“ کے باب میں گزر چکی ہیں۔

زیادۃ ایضاح لهذا الباب فقد اشکل فمہہ علی قوم ولو تأملوا لا تضح لهم المراد بالشریعة الحکم بالظاهر وبالحقیقة الحکم بالباطن وقد نصر العلماء علی ان غایب الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام انما بعثوا لیحکموا بالظاهر دون ما اطلعوا علیہ من بواطن الامور وحقائقہا ولکن وبعث الخضر علیہ السلام لیحکم بما اطلع علیہ من بواطن الامور وحقائقہا ولکن الانبیاء لم یبعثوا بذلک انکر موسیٰ قتله الغلام وقال له ”لقد جئت شیئا نکرا“ لان ذلک خلاف الشرع فاجابه بانه امر بذاک وبعث به فقال ”وما فعلته عن امری“ (ذلک تاویل) وهذا معنی قوله له انک علی علم الی اخرہ

اس باب کی مزید وضاحت: تحقیق لوگوں کو اس کے سمجھنے میں مشکل پیش آئی

اور اگر وہ غور و فکر کرتے تو مطلب واضح ہو جاتا کہ شریعت سے مراد ظاہری حکم اور حقیقت سے مراد باطنی حکم ہے۔ بیشک علمائے کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی کہ اکثر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس لئے مبعوث ہوئے کہ وہ ظاہر پر حکم کریں نہ کہ امور باطنیہ اور ان کے حقائق پر جن سے وہ مطلع ہوئے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کی بعثت اسی پر ہے کہ وہ اس پر حکم دیں اور جو امور باطنیہ اور اس کے حقائق سے متعلق ہیں اور جس پر ان کو اطلاع و خبر ہے۔ چونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اس کے ساتھ بعثت نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بچہ کے قتل پر اعتراض کیا جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا اور ان سے کہا ”بیشک تم نے بہت بری بات کی“ اس لئے کہ قتل نفس شریعت کے خلاف ہے، لہذا اس کا جواب حضرت خضر علیہ السلام نے دیا کہ انھیں اسی کا حکم دیا گیا ہے اور اسی کے ساتھ بھیجا گیا ہے، اور کہا کہ یہ قتل میں نے اپنے ارادہ سے نہیں کیا ہے اور یہی مطلب ان کے اس کہنے کا ہے جو کہ انھوں نے کہا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے علم کا حامل ہوں جسے جاننا آپ کو مناسب نہیں۔ الخ

قال الشيخ سراج الدين البلقيني في شرح البخاري المراد بالعلم التنفيذ والمعنى لا ينبغي لك ان تعلمه لتعمل به لان العمل به مناف لمقتضى الشرع ولا ينبغي ان اعلمه فاعمل بمقتضاه لانه مناف لمقتضى الحقيقة قال فعلى هذا لا يجوز للولى التابع للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا طلع على حقيقة ان ينفذ ذلك بمقتضى الحقيقة وانما عليه ان ينفذ الحكم

الظاهر انتہی

شیخ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں فرمایا کہ علم سے مراد حکم کا نفاذ کرنا اور ان کے اس کہنے کا مطلب یہ تھا کہ مناسب نہیں ہے کہ آپ اس کا علم حاصل کریں تاکہ آپ اس پر حکم نافذ کریں، کیونکہ اس پر عمل کرنا تقاضائے شریعت کے خلاف ہے، اور نہ یہ مناسب ہے کہ میں اسے حاصل کروں اور اس کے مقتضاء پر عمل کروں کیونکہ یہ بھی مقتضائے حقیقت کے منافی ہے۔ شیخ سراج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اس قاعدے کے بموجب اس ولی کے لئے جائز نہیں ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تابع ہے کہ جب وہ حقیقت پر مطلع ہو تو وہ بہ مقتضائے حقیقت اس کا نفاذ کرے۔ بیشک اس پر یہی لازم ہے کہ حکم ظاہر کو نفاذ کرے، انتہی

وقال الحافظ ابن حجر في الاصابة قال ابو حيان في تفسيره
الجمهور على ان الخضر نبی و كان علمه معرفة بواطن او حیت
اليه و علم موسى الحكم بالظاهر فإشار الى ان المراد في الحديث
بالعلمين الحكم بالباطن والحكم بالظاهر لا امر اخر.

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”الاصابة“ میں فرمایا کہ ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور ان کا علم ان امور باطنیہ کی معرفت تھی جس کی انھیں وحی کی گئی جبکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ السلام کا علم ظاہر پر حکم لگانا تھا۔ حدیث میں دو علوم جن کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس سے مراد ظاہر و باطن پر حکم لگانا ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا مطلب مراد نہیں ہے۔

وقد قال الشيخ تقى الدين السبكي ان الذى بعث به الخضر
 شريعة له فالكل شريعة واما نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم فانه
 امر اولاً ان يحكم بالظاهر دون ما اطلع عليه من الباطن والحقيقة
 كغالب الانبياء عليهم الصلوة والسلام، ولهذا قال نحن نحكم
 بالظاهر، وفي لفظ اقضى بالظاهر والله يتولى السرائر وقال انما
 اقضى بنحو ما اسمع فمن قضيت له بحق اخر فانما هي قطعة من
 النار وقال للعباس اما ظاهر ك فكان علينا واما سريرتك فالى
 وكان يقبل عذر المتخلفين عن غزوة تبوك ويكل سرائرهم الى
 الله وقال فى تلك المرأة لو كنت راجما احد امن غير بينة
 لرجمتها وقال ايضا لولا القران لكان لى ولها شان فهذا كله
 صريح فى انه انما يحكم بظاهر الشرع بالبينه او الاعتراف دون
 ما اطلعه الله عليه من بواطن الامور وحقائقها ثم ان الله زاده شرفا
 واذن له ان يحكم بالباطن وما اطلع عليه من حقائق الامور فجمع
 له بين ما كان الانبياء وما كان للخضر خصوصية خصه بها ولم
 يجمع الامران لغيره، وقد قال القرطبي فى تفسيره اجمع العلماء
 عن بكرة ابيهم انه ليس لاحد ان يقتل بعلمه الا النبى صلى الله
 عليه وسلم وشاهد ذلك حديث المصلى والسارق الذين امر
 بقتلها فانه اطلع على باطن امرهما وعلم منهما ما يوجب القتل.
 شيخ تقى الدين سبكي رحمه الله عليه نے فرمایا وہ حکم جس کے ساتھ خضر علیہ الصلوٰۃ
 والسلام مبعوث ہوئے وہ ان کی شریعت تھی لہذا یہ سب شریعت ہے۔ اور

ہمارے نبی کریم ﷺ کو ابتداء میں یہ حکم فرمایا گیا کہ ظاہر پر حکم فرمائیں اور اس باطن و حقیقت پر حکم نہ دیں جس کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہے کس طرح کہ اکثر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معمول تھا۔ اسی بناء پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ہم تو ظاہر پر حکم دیتے ہیں“ ایک روایت میں اس طرح ہے ”میں تو ظاہری فیصلہ دیتا ہوں باطنی حالات کا خدا عزوجل مالک ہے“۔ اور یہ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تو اسی پر فیصلہ دیتا ہوں جیسا کہ میں سنتا ہوں، لہذا میں نے جس کے لئے دوسرے کے حق کا فیصلہ کر دیا تو وہ یہ جان لے کہ وہ آگ کا ٹکڑا ہے“۔ اور یہ کہ حضور پر نور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ”جہاں تک تمہارے ظاہر کا تعلق ہے تو وہ ہمارے ذمہ ہے لیکن جو تمہاری باطنی حالت ہے وہ اللہ عزوجل کے ذمہ ہے۔ اور یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک سے رہ جانے والوں کی معذرت قبول فرماتے تھے اور ان کے باطنی حالات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد فرماتے تھے۔ اور یہ کہ نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کے بارے میں فرمایا: ”اگر میں بغیر دلیل و شہادت کے کسی کو سنگسار کرتا تو ضرور اس عورت کو سنگسار کرتا“۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ”اگر قرآن نہ ہوتا تو یقیناً میرے لئے اور اس عورت کے لئے کچھ اور ہی معاملہ ہوتا۔ یہ تمام نظائر اور شواہد اس بات کے مظہر ہیں کہ آپ کو دلیل و شہادت یا اعتراف و اقرار کے ساتھ ظاہر شریعت پر فیصلہ دینے کا حکم ہوا نہ کہ اس پر جو باطنی امور پر اللہ عزوجل نے آپ کو مطلع فرمایا اور اس کے حقائق آپ پر واضح فرمائے۔ اس کے بعد اللہ عزوجل نے آپ کے شرف کو اور زیادہ فرمایا اور آپ کو اجازت فرمائی کہ آپ باطن پر حکم لگائیں اور جن امور کی حقیقتوں کی آپ کو اطلاع دی گئی ہے اس پر

فیصلہ فرمائیں۔ تو اس طرح آپ ان تمام معمولات کے جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے تھے اور اس خصوصیت کے ساتھ جو حضرت خضر علیہ السلام کے لئے اللہ عزوجل نے خاص فرمائے جامع تھے اور یہ امر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی میں جمع نہیں کیا گیا۔ اور امام قرطبی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں فرمایا علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے علم کے ساتھ کسی کے قتل کا حکم دے سوائے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔ اس کی شاہد اس نمازی اور چور والی حدیث ہے جن کے قتل کرنے کا حکم حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے باطنی حالات پر آپ ﷺ کو مطلع فرما دیا تھا اور ان دونوں کے بارے میں آپ کو علم ہو گیا تھا کہ واجب القتل ہیں اگرچہ ان کا قتل کچھ عرصہ بعد واقع ہوا۔

ولو تفتن الذين لم يفهموا الى استشهادي بهذين الحديثين في
 اخر الباب لعرفوا ان المراد بالحكم بالظاهر والباطن فقط لا شئ
 اخر لا يقوله مسلم ولا كافر ولا مجانين المارستان، وقد ذكر
 بعض السلف ان الخضر الى الآن ينفذ الحقيقة وان الذين
 يموتون فجاءة هو الذي يقتلهم فان صح ذلك فهو في هذه
 الامة بطريق النيابة من النبي صلى الله عليه وسلم فانه صار من
 اتباعه كما ان عيسى عليه السلام لما ينزل يحكم بشريعة النبي
 صلى الله تعالى عليه وسلم نيابة عنه ويصير من اتباعه وامته
 اهـ۔ (الخصائص الكبرى، باب ومن خصائصه انه جمع بين القبلتين، مركز اہلسنت
 برکات رضا گجرات ہند، ۲/۱۹۱ و ۱۹۲)

(امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) کاش کہ یہ علماء اعلام اس بات کو سمجھ سکتے جس کو انھوں نے نہیں سمجھا جس کی طرف میں نے آخر باب میں ان دونوں حدیثوں کے ساتھ استشہاد کیا ہے۔ اگر وہ یہ بات سمجھ جاتے تو یقیناً جان لیتے کہ مراد فقط ظاہر اور باطن کے ساتھ حکم فرمانا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات نہ مسلمان کہہ سکتا ہے اور نہ کافر نہ مجنون و پاگل۔ بعض اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام اب تک حقیقت کو نافذ کرتے ہیں، اور وہ لوگ جو اچانک مر جاتے ہیں وہ وہی ہوتے ہیں جن کو انھوں نے قتل کیا ہوتا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو ان کا یہ عمل اس امت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بطور نیابت ہوگا اور وہ حضور پر نور ﷺ کی متبعین میں سے ہوں گے جس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نازل ہوں گے تو نبی اکرم ﷺ کی شریعت کے ساتھ آپ کی نیابت میں حکم دیں گے وہ آپ ﷺ کے متبعین اور آپ ﷺ کی امت میں سے ہوں گے۔

اس نفیس کلام سے یہ ثابت ہوا کہ عامہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو صرف ظاہر شرع عمل کا اذن ہوتا ہے اور سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے علم مغیبات پر عمل کرنا کا حکم ہے لہذا انہوں نے نا سمجھ بچے کو بے کسی جرم ظاہر کے قتل کر دیا اور یہ کہ اب جو ناگہانی موت سے مر جاتے ہیں انہیں بھی وہی قتل فرماتے ہیں، اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر شرع اور اپنے علم دونوں پر عمل و حکم کا رب عزوجل نے اختیار دیا ہے۔ اور امام قرطبی نے اجماع علماء نقل فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ محض اپنے علم کی بناء پر قتل کا حکم فرمادیں اگرچہ گواہ شاہد کچھ نہ ہو، اور حضور ﷺ کے سوا دوسرے کو یہ اختیار نہیں، تو اگر اس نماز والے یا اس چور یا اس شخص کو جس پر عورت نے دھوکے سے تہمت رکھی تھی قتل کا حکم فرمادیں تو یقیناً وہ حضور کے علوم غیب ہی پر مبنی ہے نہ کہ ان کا نافی۔ کیوں وہابیو!

اب تو اپنی اوندھی مت پر مطلع ہوئے۔ فانی تو فکون (تو تم کہاں اوندھے جاتے ہو)

مسلمانو! وہابیہ کے مطلب پر بھی غور کیا؟ حکم کے دو ہی مبنے ہوتے ہیں یا ظاہر شرع یا باطنی علوم غیب، ظاہر ہے کہ یہاں ظاہر کی رو سے تو اصلاً حکم رجم کی گنجائش نہ تھی، نہ ملزم کا اقرار، نہ اصلاً کوئی گواہ، صرف مدعی کا غلط دعویٰ سن کر مسلمان کے قتل کا حکم فرمادیں، نبی کی شان تو ارفع اعلیٰ ہے، آج کل کا کوئی عالم، نہ عالم کوئی جاہل حاکم ہی ایسا حکم کر بیٹھے تو ہر عاقل اسے یا سخت جاہل یا پکا ظالم کہے تو حدیث صحیح مان کر راہ نہ تھی مگر اسی طرف کہ حضور ﷺ نے بر بنائے تہمت ہرگز یہ حکم نہ دیا بلکہ اپنے علوم غیب سے جانا کہ یہ شخص قابل رجم ہے اس بناء پر حکم رجم فرمایا، اسے وہابیہ مانتے نہیں بلکہ بزعم خود اسی کے ابطال کو یہ حدیث لائے ہیں، تو اب سمجھ لیجئے کہ ان کا مطلب کیا ہوا اور انہوں نے تمہارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسا بھاری الزام قائم کیا، کیوں نہ ہو عداوت کا یہی مقتضی ہے:

قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفي صدورهم اكبره قد بينا
لكم الايت ان كنتم تعقلون (القرآن الکریم، ۱۱۸/۳) والذين يؤذون
رسول الله لهم عذاب اليم (القرآن الکریم، ۶۱/۹) رب اعوذ بك
من همزات الشيطان واعوذ بك رب ان يحضرون (القرآن
الکریم، ۹۸ و ۹۷/۲۳) وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد
واله وصحبه اجمعين واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين
والله سبحانه وتعالى اعلم و علمه جل مجده اتم واحكم

بیران کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں بڑا ہے ہم نے
نشانیوں تمہیں کھول کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو۔ اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں
ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اے میرے رب تیری پناہ شیطانوں کے
وسوسوں سے اور میرے رب تیری پناہ کے وہ میرے پاس آئیں۔ اور اللہ درود
نازل فرمائے ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر، آپ کی آل اور آپ کے تمام

صحابہ پر۔ اور ہماری دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سرابا اللہ جو رب ہے
سارے جہان کا۔ اور اللہ سچنے و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اور اس کا علم اتم و احکم
ہے۔

﴿ختم شد﴾